الجواب حامداً ومصلیاً

﴿۱﴾..... احادیث سے چار یا پانچ مرتبہ دعا کرنا ثابت نہیں۔ یہ عمل بدعت ہے۔ البتہ دفن کے بعد انفرادی طور پر دعا کرنا جائز ہے اور بعض روایات میں دفن کے بعد دعاء اور استغفار کا حکم ہے۔

عن عثمان قال كان رسول الله ﷺ اذا فرغ من دفن الرجل وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم واسئلوا له التثبت فانه الآن يسال (التمهيد لابن عبد البر ج٢٣ ص ٢٧٠)

واخرج الحكيم الترمذي في نوادر الاصول عن سفيان الثوري ان الميت اذا سئل من ربك تراءى له الشيطان فيشير الى نفسه اي انا ربك فلهذا ورد سوال التثبت له حين يسال ثم اخرج بسند جيد الى عمرو بن مرة كانوا يستحبون اذا وضع الميت في القبر ان يقولوا اللهم اعذه من الشيطان. (فتح الباری ج٢ ص ٣١٩)

نماز جنازہ اور دفن سے متعلق تفصیلی احکام کیلئے کتاب ''احکام میت'' کا مطالعہ کیجئے۔

﴿۲﴾..... یہاں تین باتیں الگ الگ ہیں:

الف: نفسِ فدیہ

ب: فدیہ میں حیلہ

ج: مروجہ حیلہ اسقاط

نفسِ فدیہ شرعاً ثابت ہے، قرآن کریم میں مذکور ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ الآيه (سورة البقرة)

اس آیتِ مبارکہ میں تصریح ہے کہ روزہ فدیہ سے معاف ہو جاتا ہے، پھر مشائخ نے روزہ کے ساتھ نماز کو بھی ملایا، چنانچہ مراقی الفلاح میں ہے:

اعلم انه قد ورد النص في الصوم باسقاطه بالفدية واتفقت كلمة المشايخ على ان الصلاة كالصوم استحسانا لكونها اهم منه الخ (ص ٢٦١)

پھر روزہ اور نماز کے فدیہ کی دو صورتیں ہیں، ایک صورت میں فدیہ ادا کرنا ورثاء پر واجب ہے، اور ایک صورت میں فدیہ ورثاء پر ادا کرنا واجب نہیں، لیکن اگر سارے ورثاء عاقل بالغ اپنی مرضی سے فدیہ ادا کرنا چاہیں، تو یہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہو جائے گا، یہ ورثاء کی طرف سے احسان و تبرع ہے۔

فدیہ اس صورت میں واجب ہے کہ جب میت وصیت کرے، اور وہ اتنا مال چھوڑے جس کی ایک تہائی سے اس وصیت پر عمل ہو سکتا ہو، تو اس صورت میں ورثاء پر اس وصیت کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، لیکن

Scanned by CamScanner

اگر مرحوم فوت شدہ نمازوں اور روزوں سے متعلق کوئی وصیت نہ کرے، یا اس نے اتنا مال نہیں چھوڑا ہے جس کی ایک تہائی (۱/۳) سے اس کی وصیت پر عمل ہو سکتا ہو، تو اس صورت میں ورثاء کے ذمہ ان نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کرنا واجب نہیں، لیکن اگر کوئی وارث یا کئی ورثاء مل کر جو عاقل بالغ ہوں، اپنی طرف سے یہ فدیہ ادا کرنا چاہیں، تو یہ بھی جائز ہے۔

فی مراقی الفلاح: وان لم یوص لایلزم الوارث الاخراج فان تبرع جاز الخ (ص ۲۶۲) کذا فی کتب المذہب

ب: روزوں اور نماز کے فدیہ میں فقہاء کرام نے حیلہ کی اجازت دی ہے، لیکن یہ حیلہ صرف اس شخص کے لئے مشروع ہے جس سے اتفاقاً روزے یا نمازیں فوت ہوئی ہیں، اور اس کو زندگی میں روزوں یا نمازوں کو قضا کرنے کا موقع نہیں ملا ہے، اور اس نے ان نمازوں اور روزوں سے متعلق وصیت بھی کی ہے، لیکن اتنا مال نہیں چھوڑا ہے جس کی ایک تہائی سے اس وصیت پر عمل ہو سکے، اور وارث بھی فقیر ہے، یا میت نے وصیت نہیں کی ہے، اور وارث تبرع کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ فقیر ہے، اس کے پاس تمام روزوں اور نمازوں کے فدیہ کی استطاعت نہیں، تو اس صورت میں اگر وہ حیلہ کرنا چاہے، تو فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، لہذا اگر وارث یا ورثاء کی اتنی استطاعت ہے یا مرحوم کا ترکہ اتنا ہے کہ اس کی ایک تہائی (۱/۳) سے فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے، تو اس صورت میں فقراء ومساکین کو ان نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے، اور اس میں کسی قسم کا کوئی حیلہ نہ کیا جائے۔

اور حیلہ کی صورت درج ذیل ہے:

جو رقم مہیا ہے، وہ جتنے روزوں اور نمازوں کے فدیہ کے لئے کافی ہو، اتنی نمازوں اور روزوں کے فدیہ کی نیت سے یہ رقم کسی فقیر کو مالک بنا کر دیدیں، اور جب وہ فقیر اس رقم پر مالکانہ قبضہ کرے، تو وہ فقیر یہ رقم دوبارہ ورثاء کو ھبہ کرے، اور ورثاء دوبارہ اسی فقیر یا کسی اور فقیر کو مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق یہ رقم دیدیں، اور یہ عمل اس طریقہ کے مطابق کرتے رہیں، یہاں تک کہ تمام روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔

بعض عبارات فقہیہ بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

فی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: وان لم یف ما اوصی بہ المیت عما علیہ اولم یکف ثلث مالہ اولم یوص بشیء واراد احد التبرع بقلیل لایکفی فحیلتہ لابراء ذمۃ المیت ان یدفع ذلک المقدار الیسیر بعد تقدیرہ لشئی من صیام او صلاۃ او نحوہ ویعطیہ للفقیر بقصد اسقاط مایرد عن المیت فیسقط عن المیت بقدرہ ثم بعد قبضہ یھبہ الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضہ لتتم الھبۃ وتملک ثم الخ (ص ۲۶۳)

وفی رسائل ابن عابدین: وان المیت لو لم یملک شیئا یفعل له ذلک الوارث من مالہ ان شاء فان لم یکن للوارث مال یستوھب من الغیر او یستقرض لیدفعه للفقیر ثم یستوھبه من الفقیر وھکذا الی ان یتم المقصود الخ (ص ۲۱۲)

وفی الھندیة: اذا اراد ان یؤدی الفدیة عن صوم ابیه او صلاته وھو فقیر فانه یعطی منوین من الحنطة فقیرا ثم یستوھبه ثم یعطیه ھکذا الی ان یتم کذا فی الفتاوی السراجیة (۳۹۲/۶)

ان تمام عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ فدیوں میں حیلہ جائز ہے، لیکن ان عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حیلہ کے جائز ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ حیلے بوقتِ ضرورت اختیار کئے جاتے ہیں، عام حالات میں حیلوں کو اختیار نہیں کیا جاتا، لھذا فدیہ میں مذکورہ بالا حیلہ صرف بوقتِ ضرورت اختیار کیا جائے گا، جس کی تفصیل گزر گئی۔

۲۔ تھوڑی بہت جو رقم ہو، اس کا ترکہ کی ایک تہائی سے ہونا ضروری ہے، پورے ترکہ سے لینا جائز نہیں، یا پورے ترکہ سے ہو لیکن ورثاء کی اجازت سے ہو، بشرطیکہ ورثاء سارے عاقل بالغ ہوں۔

۳۔ ترکہ کی ایک تہائی سے بھی اس وقت ہو جبکہ میت نے وصیت کی ہو۔

۴۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ورثاء کی اجازت طیبِ خاطر سے ہو، خوف یا مروت کی وجہ سے نہ ہو، لان النبی ﷺ قال:

الا لایحل مال امرأ مسلم الا بطیب نفس منه (مشکوٰۃ وغیرہ)

۵۔ اس حیلہ میں حقیقی تملیک ضروری ہے، یہ حیلہ اگر محض کھیل ہو، تو جائز نہیں ہوگا، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع الصرة للفقیر الھزل او الحیلة بل یجب ان یدفعھا عازما علی تملیکھا منه حقیقة الخ (۲۲۵)

۶۔ حاضرین صرف وہی لوگ ہوں جو شرعاً زکوٰۃ کے مستحق ہوں، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے فرمایا:

ویجب الاحتراز ایضا عن احضار غنی او کافر (شفاء العلیل ص ۲۲۵)

۷۔ یہ حیلہ صرف جائز ہے، اس کو واجب اور ضروری سمجھنا درست نہیں۔

اس تفصیل سے مروجہ حیلہ اسقاط کی حالت خود بخود معلوم ہوگئی کہ اس میں ان شرائط کا خیال رکھا جاتا ہے، یا نہیں، ظاہر ہے کہ اس حیلہ میں افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے، اور اس میں ان شرائط کی پابندی نہیں ہوتی، اس وجہ سے مروجہ حیلہ اسقاط مفاسد کا مجموعہ ہوگیا، اور انہی مفاسد کی بناء پر علماء نے اس کو ناجائز قرار دیا، چند مفاسد بطور نمونہ

Scanned by CamScanner

ملاحظہ ہوں:

۱۔ یہ حیلہ بہر حال اختیار کیا جاتا ہے، خواہ مال وافر کیوں نہ ہو۔

۲۔ رقم وغیرہ اجازت کے بغیر مشترکہ ترکہ سے لی جاتی ہے، یا ورثاء میں بسا اوقات نابالغ یا مجنون یا بعض ورثاء غائب ہوتے ہیں۔

۳۔ یہ حیلہ آج کل محض ایک کھیل بنا ہوا ہے، جس کا مشاہدہ مقبروں میں ہوتا ہے۔

۴۔ دائرہ میں فقراء اور اغنیاء دونوں شامل ہوتے ہیں۔

۵۔ اس حیلہ کو فرض اور واجب کا درجہ دیا گیا ہے، چنانچہ جو اس کو اختیار نہیں کرتا، یا اس کا انکار کرتا ہے، تو اس کے ساتھ لڑائی ہوتی ہے، بلکہ بعض اوقات قتل وقتال تک نوبت آجاتی ہے۔

ان جیسے مفاسد شرعیہ کی وجہ سے یہ حیلہ ناجائز قرار دیا گیا، اس لئے اس کو ترک کرنا ضروری ہے، اور جو نہیں کرتا یا اس کا انکار کرتا ہے، اس کو ملامت کرنا یا اس پر لعن طعن کرنا ہرگز جائز نہیں۔

﴿۳﴾ ...... اہل میت کی طرف سے یہ تمام دعوتیں بدعات میں شامل ہیں۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اسی طرح قرآن کریم ایصال ثواب کیلئے پڑھ کر اس پر کچھ کھانا اجرت کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔ اور اس کا التزام بدعت میں داخل ہے۔ اگر میت کو ایصال ثواب کرنا ہو تو اس کا بہتر طریقہ ہے کہ کسی فقیر کو خفیہ طریقے سے رقم دی جائے۔ اور اگر قرآن کریم پڑھ کو ثواب پہنچانا ہو تو ہر شخص اپنے طور پر قرآن کریم پڑھ کر ثواب مرحوم تک پہنچائے اس کے لئے اجتماع کرنا ثابت نہیں۔ اور مروجہ قرآن خوانی متعدد مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بدعت میں داخل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(سید حسین احمد)

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

۱۴۲۷-۱-۱۵ھ

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر اللہ

۱۴۲۷/۱/۱۶ھ